کیا علماء انگریزی تعلیم کے مخالف تھے

جناب مولوی رفیع احمد صاحب بستوی مرکزی دارالعلوم بنارس

(۲)

حضرت مولانا نانوتویؒ دارالعلوم کے سالانہ جلسہ میں فرماتے ہیں -

آج کل علوم جدیدہ تو بوجہ کثرتِ مدارس سرکاری اس ترقی پر ہے کہ علوم قدیمہ کو سلاطین زمانِ سابقہ میں بھی نہ ہوئی ہوگی یا ان علوم نقلیہ کی عام اشاعت کا یہ تنزل بھی کسی کے زمانے میں نہ ہوا ہوگا..... اگر طلبہ مدرسہ ہٰذا بعد تکمیل مدارس سرکاری میں جاکر علوم جدیدہ کو حاصل کریں تو ان کے کمالات میں یہ تعلیم زیادہ موثر ہوگی ۔[۱]

سرسید نے مولانا کے بیان کا اکثر حصہ یکم ذی الحجہ ۱۲۹۰ھ کے تہذیب الاخلاق میں نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ "ہم کو اس بات کی خوشی ہوئی کہ مولوی صاحب ممدوح بھی مسلمانوں کے حق میں علوم و فنون جدیدہ کا حاصل کرنا ضروری تصور فرماتے ہیں ۔[۲]

مولانا کی اس واضح رائے کے بعد ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی کہ مزید شہادتیں فراہم کی جائیں ویسے اس بات کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مولانا نانوتوی کی تمنا تھی "کاش کہ میں انگریزی جانتا تو اس سے بڑا فائدہ ہوتا ۔[۳]

(۴) مولانا یعقوب نانوتوی (مدرس مدرسہ دیوبند (م ۱۸۸۴ء) مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ کے تذکرہ میں گذر چکا ہے کہ سرسید نے جب ان کو اور مولانا نانوتوی کو مدرسۃ العلوم میں شامل

---

[۱] سوانح قاسمی، ۲ / ۲۸۱ [۲] امداد صابری، تاریخ صحافت اردو، ۲ / ۳۶۸ بحوالہ تہذیب الاخلاق یکم ذی الحجہ ۱۲۹۰ھ [۳] قاری محمد طیب، مسلک دارالعلوم، ص ۴۸

کرتے ہیں آپ ان لوگوں نے جو مدرسہ بنایا اس میں شیعہ بھی شامل ہیں۔ اس لیے ہم شرکت سے معذور ہیں یہ جواب مولانا یعقوب صاحب نانوتوی ہی کے قلم سے لکھا گیا ہے [۱]

گویا ان دونوں بزرگوں کو مدرستہ العلوم سے ہرگز کوئی اختلاف نہ تھا طفیل احمد منگلوری کا بھی خیال ہے کہ یہ لوگ مدرستہ العلوم کی اسکیم سے متفق تھے۔ مگر سرسید سے اختلافِ عقائد کے سبب سے شرکت سے معذوری ظاہر کردی تھی،

شیخ الہند مولانا محمود الحسن (م ۱۹۲۰) نے جامعہ ملیہ کا سنگِ بنیاد رکھتے ہوئے کہا تھا کہ آپ میں سے جو حضرات باخبر ہیں، وہ جانتے ہوں گے، کہ میرے اکابر سلف نے کسی وقت بھی کسی اجنبی زبان کے سیکھنے یا دوسری قوموں کے علوم و فنون کو حاصل کرنے پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا ہے [۲]

شیخ الہند کے اس واضح اعلان سے کم از کم اتنی بات ضرور معلوم ہوتی ہے کہ بزرگانِ دیوبند میں کسی بھی ذمہ دار عالم نے انگریزی تعلیم پر حرمت کا حکم نہیں لگایا تھا۔

(۵) نواب صدیق حسن خاں بھوپالی [۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء]۔ نواب صاحب اپنی علمی اور دینی خدمات کی وجہ سے تعارف سے بے نیاز ہیں اور سرسید کے عقائد اور مشن کے متعلق آپ کی جو رائے تھی وہ بھی محتاجِ بیان نہیں، لیکن انگریزی تعلیم کے متعلق آپ کا عمل بالکل واضح تھا، آپ کے صاحبزادے جناب محمد علی حسن صاحب [۱۹۳۷ء] لکھتے ہیں" والا جاہ مرحوم نے برادرِ معظم مرحوم و مغفور اور راقم الحروف کو انگریزی تعلیم کی طرف توجہ دلائی اور ہم دونوں بھائیوں کی تعلیم انگریزی کا خاص طور سے اہتمام کیا [۳]

مزید لکھتے ہیں" والا جاہ نے تعلیم انگریزی کے ذکر میں کہا کہ میں نے انگریزی نہ جاننے کی وجہ سے بہت نقصانات اٹھائے [۴]

---

[۱] ملاحظہ ہو۔ پورا مراسلہ تاریخ صحافت اردو ۲۶۰ [۲] شیخ الہند، خطبہ صدارت مع فتویٰ ص ۵، المنابع دہلی [۳] نواب حسن خاں، مآثر صدیقی ۴/ ۶۲ (نور الکتنول ۱۹۲۱ء) [۴] مآثر صدیقی ۴/ ۶۲

(۶) مولانا رشید احمد گنگوہی (م ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء) مولانا مرحوم ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں کہ "انگریزی زبان سیکھنا درست ہے، بشرطیکہ کوئی معصیت کا مرتکب نہ ہو اور نقصان دین اس سے نہ آئے"[۱]

(۷) مولانا ناصر الدین ابو المنصور دہلوی امام مناظرہ اہل کتاب (م ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۳ء) مولف نوید جاوید وغیرہ موصوف سرسید اور ان کے عقائد کے سخت مخالف تھے انھوں نے ان کی تکفیر کا فتویٰ دیا۔[۲] اور سرسید کی تفسیر کے رد میں ایک مستقل تفسیر "تنقیح البیان فی الرد علی تفسیر القرآن لسید احمد" کے نام سے لکھی[۳]

ان تمام باتوں کے باوجود آپ نے خود انگریزی تعلیم حاصل کی۔ صاحب نزہۃ الخواطر لکھتے ہیں، "تعلم اللغۃ الانجلیزیۃ"[۴] اس کے علاوہ اپنے صاحب زادہ مولوی نصرت علی دہلوی کو انگریزی کی اعلیٰ تعلیم دلائی چنانچہ مولانا نصرت علی کی متعدد انگریزی تصانیف موجود ہیں[۵]

(۸) مولانا ابراہیم آروی (م ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۲ء) اپنے وقت کے مشہور عالم تھے آپ نے ۱۸۹۰ء میں مدرسہ احمدیہ آرہ قائم کیا مولانا سید سلیمان ندوی (م ۱۹۵۳ء) لکھتے ہیں کہ اس میں انگریزی بھی پڑھائی جاتی تھی[۶] مزید لکھتے ہیں کہ "ندوہ میں جب مولانا منصور علی مرادآبادی نے یہ تجویز پیش کی کہ نصاب میں علوم جدیدہ کا اضافہ کیا جائے تو مولانا شبلی مرحوم مولانا ابراہیم آروی نے اس اضافہ کی تائید کی اور یہ تجویز منظور ہوگئی"[۷] آپ کے سوانح نگار نے لکھا ہے کہ "آپ کو انگریزی میں دخل تھا" صاحب الحیاۃ بعد الممات کا بیان ہے کہ "آخری عمر میں یورپ کے تبلیغی دورے پر جانے والے تھے"[۸]

---

[۱] رشید احمد گنگوہی، فتاویٰ رشیدیہ ۱/ ۶۰ [۲] امداد الآفاق: فتاویٰ علماء دہلی [۳] رحمٰن علی، تذکرہ علمائے ہند صفحہ ۲۳۲ نول کشور ۱۹۱۴ء [۴] عبد الحی حسنی: نزہۃ الخواطر صفحہ ۴۴۸ [۵] رحمٰن علی، تذکرہ علمائے ہند اردو، مرتبہ ایوب قادری صفحہ ۵۱۔۵۰ اس بات کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مولوی نصرت علی سرسید کے سخت مخالف تھے سرسید کے رد میں آگرہ سے شائع ہونے والے رسالہ تیرھویں صدی کے ایڈیٹر آپ ہی تھے ملاحظہ ہو کرزن گزٹ دہلی ۱۵ مارچ ۱۹۱۳ء [۶] سید سلیمان ندوی، حیات شبلی ۱۴۰۵ ...

(۹) مولانا محمد حسین بٹالوی [م ۱۳۳۸ھ] آپ کا مشہور اخبار "اشاعت السنۃ" سر سید کے رد میں کافی مشہور ہے[1] مولانا حالی لکھتے ہیں کہ "تہذیب الاخلاق" کے توڑ کیلئے پنجاب سے شائع ہوا مولانا شمس الحق ڈیانوی [م ۱۳۲۹ھ] لکھتے ہیں ثم تعاقب تعاقبا حسنا الفاضل اللاھوری ابو سعید محمد حسین حیث اطنب الکلام فی الرد علی تلک الطائفۃ فی اشاعۃ السنۃ والرسائل الاخری[2] " مگر انگریزی تعلیم کے سلسلہ میں موصوف کی رائے بالکل دو ٹوک ہے۔ چنانچہ اشاعت السنۃ میں ایک طویل مضمون انگریزی تعلیم کے جواز پر تحریر فرمایا[3] اور برابر اس قسم کے خیالات ظاہر کرتے رہے (۱۰) مولانا لطف اللہ علی گڑھی [م ۱۳۳۴ھ]۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ "آپ نے انگریزی میں اتنی شد بد پیدا کرلی تھی کہ تار وغیرہ پڑھ لیتے تھے"[4]

(۱۱) مولانا محمد سعید بنارسی [م ۱۳۲۲ھ] اپنے وصیت نامہ میں جو ۱۳۱۴ھ میں مرتب کیا گیا ہے لکھتے ہیں "یہ چند کلمات وصیت کے لکھ دیتا ہوں میری اولاد و احباب عمل کریں گے تو انشاء اللہ دنیا و آخرت میں نفع میں رہیں گے" آگے لکھتے ہیں "احمد و محمود کو علم انگریزی انٹرنس یا ایف اے تک پڑھایا جائے پھر کوئی روزگار کریں"[5]

(۱۲) مولانا نواب وحید الزماں حیدر آبادی [$\frac{۱۹۲۰ء}{۱۳۳۸ھ}$] مولانا موصوف صحاح ستہ وغیرہ متعدد کتب کے تراجم کی وجہ سے کافی مشہور ہیں اور آپ نے اپنی مختلف کتابوں میں نیچریت کا زبردست رد بھی کیا ہے۔ مولانا عبدالحی حسنی (۱۳۴۱ھ) لکھتے ہیں درس الانگلیزیۃ فی کبر سنہ وحصلت لہ مشارکۃ فیھا مولانا عبدالحلیم چشتی لکھتے ہیں ۱۸۶۰ء میں جب کاروان عمر تیسویں منزل طے کر رہا تھا آپ نے انگریزی کی طرف توجہ کی اور کم و بیش چھ مہینے میں اتنی استعداد پیدا کرلی کہ اپنا مافی الضمیر

---

[6] اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۳ اکتوبر ۱۹۱۰ء، نقل حسین مظفر پوری الحیاۃ بعد المماۃ صفحہ ۴۴۳ [1] حالی حیات جاوید صفحہ ۲۲۰ [2] شمس الحق ڈیانوی عون المعبود ۴/ ۲۰۶ طبع بیروت [3] محمد حسین بٹالوی اشاعت السنۃ [4] سید سلیمان ندوی حیات شبلی صفحہ ۳۰۲ [5] ابو القاسم سیف بنارسی: تذکرۃ السعید ۲۵-۲۳ بنارس ۱۹۱۰ء [1] نزہۃ الخواطر ۸ - - - ۸/ ۵۱۵

انگریزی میں بخوبی ادا کر لیتے تھے اور بعد میں موصوف نے انگریزی میں اچھی استعداد پیدا کر لی تھی جیسا کہ لکھتے ہیں "زبانہائے عربی فارسی اور انگریزی بقدر کتابت حاصل کیں" ؎۱

(۱۳) بشیر الدین قنوجی (م ۱۲۹۶ھ) شاید یہ چیز بہتوں کیلئے موجب حیرت ہو کہ "امداد الآفاق برجم اہل النفاق فی ما فی تہذیب الاخلاق" نامی کتاب مولانا امداد العلی اکبرآبادی کی تالیف نہیں ہے بلکہ اس کے مولف یہی مولانا قنوجی ہیں مولانا شمس الحق ڈیانوی لکھتے ہیں: فقام علی رد مقالتہ شیخنا العلامۃ القاضی بشیر الدین القنوجی فصنف کتابا سماھا بامداد الآفاق برجم اھل النفاق ورد تھذیب الاخلاق "یعنی سرسید کے رد کیلئے میرے استاذ قاضی بشیر الدین قنوجی تیار ہوئے اور ایک کتاب امداد الافاق کے نام سے تصنیف کی پھر علامہ ڈیانوی کے صاحبزادے حاشیہ پر لکھتے ہیں" وھو کتاب صنفہ العلامۃ القاضی رحمۃ اللہ ونسب الی الرئیس امداد العلی الاکبرآبادی ولذا اشتھر باسمہ ؎۲ ڈپٹی صاحب کی تحریروں کے متعلق سرسید نے بھی شک وشبہ کا اظہار کیا ہے۔ لکھتے ہیں: اس کے مضامین جناب حاجی مولوی سید امداد العلی صاحب بہادر کے طبع زاد معلوم ہوتے ہیں مگر بعض لوگ ان مضامین کو لے پالک بتاتے ہیں۔ ؎۳

سرسید کے رد میں آپ کے متعدد رسائل موجود ہیں حتیٰ کہ مولانا ڈیانوی لکھتے ہیں وجری بین شیخی ورئیس تلک الطائفۃ تحریرات شتیٰ الی عدۃ سنین یطول ذکرھا ؎۴ مگر انگریزی تعلیم کے سلسلے میں ان کی بھی رائے وہی ہے جو دوسرے علمائے عصر کی تھی لکھتے ہیں کسی منعصب سے متعصب وہابی یا بدعتی کو ہم نے نہیں دیکھا کہ کسی قوم کی زبان انگریزی ہو یا سنسکرت سیکھنے کو عموماً حرام کہتا ہو غیر مذہب والوں کے مذہبی علوم کو بہ نسبت کسی شخص خاص کے یا ان نادانوں کے پڑھنے کو جس میں بزرگوں کو برا کہا ہو گو وہ انگریزی زبان میں ہوں حرام بتلایا ہو تو وہ دوسری بات ہے ؎۵

؎۱ عبدالحلیم چشتی، حیات وحید الزماں ؎۲ شمس الحق ڈیانوی، عون المعبود ۴/۲۰۶

؎۳ امداد صابری، تاریخ صحافت اردو ۲/ صفحہ ۳۴۴، بحوالہ تہذیب الاخلاق (محرم ۱۲۹۱ھ)

؎۴ شمس الحق ڈیانوی، عون المعبود ۴/۲۰۱ ؎۵ امداد الآفاق صفحہ ۵۹

(۴) حافظ عبداللہ غازیپوری (م ۱۳۳۷ھ) حافظ صاحب موصوف کی متعدد تحریریں ان افکار و عقائد کے رد میں موجود ہیں سرسید جن کے داعی تھے لیکن انگریزی تعلیم کو آپ نہ صرف جائز قرار دیتے تھے بلکہ اس کی حمایت بھی کرتے تھے آپ نے اپنی لڑکی کو انگریزی کی عمدہ تعلیم دلائی تھی [۱] اپنے فتاویٰ میں ایک جگہ لکھتے ہیں "کوئی زبان فی نفسہ مذموم نہیں ہے ہاں ناجائز بات بولنا کسی زبان میں ہو البتہ مذموم ہے۔ زبان کا اختلاف اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ (سورہ روم رکوع ۳) یعنی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے آسمان و زمین کا بنانا اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا مختلف ہونا، اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک امت میں یقیناً رسول بھیجا ہے اور جب کبھی کسی قوم کی طرف کوئی رسول بھیجا ہے تو اسی قوم کی زبان میں بھیجا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا (سورہ نحل رکوع ۵) یعنی بے شبہ اور بالیقین ہم نے ہر ایک اُمت میں کوئی رسول بھیجا ہے اور فرماتا ہے وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ (سورہ ابراہیم رکوع ۱) یعنی ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی قوم کی زبان میں ان آیات سے بخوبی ثابت ہے کہ انگریزوں کی طرف بھی بالیقین رسول بھیجا گیا ہے اور جو رسول بھیجا گیا ہے انہی کی زبان میں بھیجا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کوئی زبان انگریزی ہو یا اور فی نفسہ مذموم نہیں۔ ...اس سے ثابت ہوا کہ فی نفسہ کسی زبان کا سیکھنا یا سکھانا ممنوع نہیں ہے بلکہ اگر کسی زبان کے سیکھنے یا سکھانے سے کوئی نیک غرض متعلق ہو تو اس کا سیکھنا یا سکھانا موجب اجر و ثواب ہے [۲]

(۵) مولانا امداد العلی اکبرآبادی سرسید سے مولانا موصوف کی مخالفت و مخاصمت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ مولانا حالی ان کے اور مولانا علی بخش کے بارے میں لکھتے ہیں: ہندوستان میں جس قدر مخالفتیں اطراف و جوانب سے ہوئیں ان کا منبع انہیں دونوں صاحبوں کی تحریریں ہیں علامہ حالی نے ان کو مدرسۃ العلوم کا سب سے پہلا مخالف بتایا ہے [۳] اور مخالفت کی بنیاد ذاتیات

---

[۱] عبداللہ شرف نوشہروی: ضمیمہ فصول احمدی، شائع کردہ ندوۃ المعارف بنارس ۳)۔ [۲] عبداللہ غازیپوری مجموعہ فتاویٰ صفحہ ۱۷۶، قلمی محفوظ مرکزی دار العلوم بنارس [۳] حیات جاوید ۲/ صفحہ ۲۴۶

قرار دی ہے[۱]

لیکن ہم شروع میں مدرسۃ العلوم کے ساتھ ان کی ہمدردی اور نرم رویہ کا تذکرہ کر آئے ہیں اور اس کا تذکرہ بھی ہو چکا ہے کہ آپ نے سرسید کے عقائد سے اختلاف کی وجہ سے مدرسہ میں شرکت سے انکار کیا تھا

رہا انگریزی تعلیم کی حرمت یا عدم جواز کا خیال۔ تو یہ بات بالکل غلط ہے۔ مولانا بشیر الدین کا رسالہ امداد الآفاق آپ ہی کی طرف سے لکھا گیا ہے اور آپ اس کے مندرجات سے اس حد تک متفق تھے کہ اسے اپنے نام سے شائع کرایا اس کا ایک اقتباس قاضی صاحب کے تذکرہ میں درج کر چکا ہوں جس سے مولانا کا موقف سمجھنے میں کافی مدد ملے گی۔ رہی مدرسۃ العلوم کی مخالفت تو اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ

"چھوٹے چھوٹے اسکول مانند اسکول مراد آباد اور فرخ آباد اور علی گڑھ میں جس قدر علوم مذہبی وغیر مذہبی حاصل ہونے کی امید ہے اس قدر بھی اس مدرسے میں توقع نہیں (امداد الآفاق)

مزید لکھتے ہیں، علوم انگریزی کی تعلیم ہونا کسی ہندوستانی کے مدرسے میں گورنمنٹ کالجوں سے بہتر نہیں خیال کرتے" مولانا امداد العلی اکبر آبادی کے اس خیال کو ہم بے بنیاد بھی نہیں کہہ سکتے مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے بھی ایک بار ایسا ہی خیال ظاہر کیا تھا اور کہا تھا کہ "بسبب کثرت مدارس سرکاری رعایا کو مدارس علوم جدیدہ کا بنانا تحصیل حاصل نظر آیا"[۲]

(۱۶) مولانا حمید اللہ صاحب مرادی میرٹھی [م ۱۳۰۳ھ] مولف خطبات التوحید۔ مولانا موصوف کے بعض سوانح نگاروں نے تصریح کی ہے کہ آپ نے انگریزی تعلیم حاصل کی تھی[۳] اور اپنے بچوں کو انگریزی تعلیم دلائی تھی[۴] (۱۷) مولانا ذوالفقار علی [م ۱۳۲۲ھ] آپ شیخ مولانا محمود الحسن دیوبندی کے والد ماجد تھے دار العلوم دیوبند کے بانیوں میں آپ کا بھی شمار ہوتا ہے لیکن ان کے بارے میں گارساں کا بیان ہے کہ ڈاکٹر بٹلر کا کہنا ہے کہ فارسی کے علاوہ علوم مغربی سے بھی واقف

۱؎ حیات جاوید ۔۔۔ ایضاً ۲؎ سوانح قاسمی ۳ صفحہ ۲۷۹ ۳؎ اخبار اہل حدیث امرتسر ۲ جنوری ۱۹۱۶ء ۴؎ ابو یحییٰ امام خان نوشہروی: تراجم علمائے حدیث / ۲۱۹ (دہلی ۱۹۳۸ء)

تھے ان کے کلام سے قطع نظر یہ ہے کہ انھوں نے اردو میں تسہیل الحساب کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جو بریلی سے ۱۸۶۸ء میں چھپی ہے اس کو Jates Pestolozzian Arithmetic by H. S Reed کی مدد سے تیار کیا گیا ہے [1] گویا مولانا ذوالفقار علی صاحب نے بھی انگریزی زبان کم از کم اتنی سیکھ لی تھی کہ جس سے استفادہ کر سکیں

(۱۸) مولانا فاروق چریاکوٹی (م ۱۹۰۹ء / ۱۳۲۷ھ) مولانا سید سلیمان صاحب ندوی مرحوم نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ ندوہ میں انگریزی تعلیم کے سخت مخالف تھے [2] سید صاحب نے ایک اور موقع پر یہ تاثر دیا ہے کہ جو لوگ ندوہ میں انگریزی تعلیم کی مخالفت کر رہے تھے ان کے نزدیک اس کی تعلیم ناجائز تھی [3]

لیکن یہ بات قابلِ قبول نہیں خصوصاً مولانا فاروق چریاکوٹی کے بارے میں تو یہ کسی طرح باور نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ آپ نے علوم دین کی تکمیل کے بعد انگریزی تعلیم حاصل کی تھی، ڈاکٹر معتصم عباسی نے اس کو بتصریح ذکر کیا ہے [4] اس کے علاوہ آپ نے اپنے بیٹوں کو بھی انگریزی کی اعلیٰ تعلیم دلائی تھی۔ مولوی امین عباسی ان کے فرزند انگریزی کے اچھے عالم تھے اسی طرح محمد امین کیفی نے بھی متعدد زبانوں میں مہارت حاصل کی تھی۔ اس لئے یہ ممکن نہیں کہ مولانا انگریزی تعلیم کو حرام سمجھتے رہے ہوں۔

ممکن ہے حالات کی ناسازگاری کے باعث مولانا نے وقتی طور پر کوئی مخالفت کی ہو لیکن اس کا مقصد اس عوامی مخالفت کو فرو کرنا رہا ہو جو ندوہ میں انگریزی تعلیم کے انتظام کی وجہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی، یہ مخالفت کتنی شدید تھی کہ اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیجئے کہ ایک صاحب ندوہ پر اپنی کچھ جائداد وقف کرنا چاہتے تھے مگر انھوں نے کہا کہ یہاں اگر نصاب میں انگریزی شامل کی گئی تو میں اپنا وقف واپس لے لوں گا [5] ظاہر ہے ایسی شدید عوامی خواہش کا احترام نہ کرنا بھی دانشمندی نہیں جب کہ ادارہ کا بقا عوام ہی کے تعاون پر منحصر ہو۔

---

[1] ابجد العلوم ۱۳/۲۷ – [2] حیات شبلی صفحہ ۱۳۲/۱۲۱ [3] ... [4] ڈاکٹر معتصم عباسی: اسلام اور عصر جدید شمارہ ۲۰-۳ [5] محمد حسنی سیرت محمد علی مونگیری۔ (لکھنؤ ۱۹۶۹ء)

پہلی فہرست کی طرح یہ فہرست بھی مکمل نہیں متعدد علمائے کرام کے بارے میں وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ انھوں نے یا تو خود انگریزی سیکھی یا اپنے بچوں کو سکھائی ہے ان میں مولانا شہید الدین بنارسی مولانا جلال الدین (م ۱۲۹۷ھ) بنارسی مولانا بشیر احمد سہسوانی (م ۱۳۲۶ھ) مفتی غلام سرور (م) مولانا محمد علی مونگیری (م) جیسے افراد خصوصیت سے قابل ذکر ہیں مگر ہم نے دانستہ ان بزرگوں کو نظر انداز کر دیا ہے۔

یہ تو ان علماء کا تذکرہ ہے سرسید سے جن کا اختلاف بالکل واضح ہے لیکن ایسے علماء جنہوں نے سرسید کا کھل کر تعاون کیا۔ لیکن ان کے مخصوص عقائد و نظریات سے کبھی اتفاق نہ کیا ان کی تعداد تو بیشمار ہے ان میں مولانا شبلی نعمانی (۱۹۱۴ء) مولانا اسمٰعیل علیگرھی (۱۳۱۱ھ) ایڈیٹر انسٹیٹیوٹ علی گڑھ مولوی فیض الحسن صاحب سہارنپوری (م ۱۲۹۰ھ) نواب علی حسن بن نواب صدیق حسن خاں بھوپالی (م ۱۳۵۶ھ) خصوصیت سے قابل ذکر ہیں

سرسید سے پہلے ایسے علماء تو شاید تلاش کرنے سے مل بھی جائیں جن کا خیال رہا ہو کہ تعلیم دنیاوی مقاصد کے لئے حرام ہے اور انگریزی تعلیم کا مقصد دنیا حاصل کرنا ہے اس لئے حرام ہے۔ [1] مگر سرسید کے زمانے میں ایسے علماء تو تلاش کرتے پر بھی نہیں ملتے جنھوں نے انگریزی تعلیم کو حرام بتلایا ہو پھر بھی معلوم نہیں کیوں مسلسل علماء کو کوسا جاتا ہے کہ یہ لوگ انگریزی تعلیم کو حرام کہتے تھے [2] علماء سے بدگمانی ذہنیت آج اسے بآسانی باور بھی کر لیتی ہے۔ شیخ اکرام صاحب آئی سی ایس نے بڑا صحیح تجزیہ کیا ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ علماء کو ہر اچھی چیز کا مخالف سمجھنے کا فیشن اس قدر عام ہے کہ بڑے بڑے لوگ بھی اس سے نہیں بچ سکتے اور ان خیالات کا اظہار کرتے ہوئے واقعات کو نہیں دیکھتے اس کے علاوہ قوم کو ہر حالت میں ظالم بتایا جاتا ہے اور صیرو کو مظلوم یہ خیال بھی واقعات سے خالی ہے [3]

مولانا حالی کا ایک بیان پڑھیئے "جو شخص مسلمان مولوی ہو کر اپنی قوم کا بدخواہ نہ ہو اس کی زیارت کرنی چاہیئے کیونکہ دنیا میں کوئی چیز اس سے زیادہ عجیب نہیں ہے" [4] کیا شیخ اکرام صاحب کے بیان کی صداقت میں اب بھی کوئی شبہ باقی رہ جاتا ہے۔ (حاشیہ ص ۲۹۰ پر ملاحظہ فرمایئے)

ایک گزارش سر سید یقیناً مسلمانوں کے ایک عظیم محسن تھے ان کے حامیوں کو یہ چیز مدنظر رکھنی چاہیئے کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے سر سید کے لئے یہ کوئی فخر کی بات نہیں کہ علماء کی کسی حرام کردہ چیز کو حلال کر دیں اور پورے اسلامی معاشرے میں اسے عام کر دیں بلکہ ان کی اصل عظمت اس میں ہے کہ انھوں نے ایک جائز اور حلال کو فروغ دیا جو مسلمانوں کے حق میں سود مند تھی مگر مسلمان مختلف عوامل کی بنا پر اس سے غافل تھے

سر سید کے اس کارنامے کے اعتراف کا عمل علماء کو سب و شتم سے نوازے بغیر بھی مکمل ہو سکتا ہے لہذا اس منفی ذہنیت کو اب ترک کر دینا چاہیئے کہ "علماء کو مطعون کئے بغیر سر سید کے کارناموں کو اجاگر نہیں کیا جا سکتا"

اسی طرح یہ ذہنیت بھی بڑی تکلیف دہ ہے کہ مولانا شبلی اور محمد علی مونگیری وغیرہ کی شخصیت کو اس وقت تک اجاگر نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ "دیوبند اور ارباب دیوبند کو جدیدیت سے ناآشنا منطق و فلسفہ کی لاش سے چمٹا ہوا" نہ قرار دیا جائے، افسوس کہ اس طرح کا طرز عمل ایسے بہت سے بلند پایہ افراد اپنائے ہوئے ہیں کہ ان کا نام بھی لینا بے ادبی میں شمار ہوگا۔ فالی اللہ المشتکی،

پچھلے صفحہ کے حاشیہ کا بقایا۔ ـــ قاضی صبغت اللہ مدراسی م ( ) مولوی جمال الدین، مولوی محمد یوسف مولوی شہاب الدین وغیرہ نے یہی خیال ظاہر کیا تھا مولوی یوسف کوکنوی نے اس کی تفصیلات کچھ اس طرح بیان کی ہیں کہ بالفور نے جب مسلمانوں کو صرف انگریزی پڑھنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ عربی تعلیم میں ان کی غربت و افلاس کا سبب ہے تو قاضی صاحب نے اس پر سخت رد عمل کا اظہار کیا انہوں نے کہا کہ ہمارے مذہب کی رو سے اللہ تعالیٰ کے واسطے علم حاصل کرنا ہے دنیا کے کاروخدمت حاصل کرنے کے واسطے علم پڑھنا ہمارے مذہب کی رو سے صحیح نہیں بلکہ حرام ہے۔ خانوادۂ قاضی بدرالدولہ۔ (ص ۴۲۱) قاضی صاحب نے یہ رائے جس پس منظر میں دی تھی اس کا اندازہ کوکنوی صاحب کے اس بیان سے ہوتا ہے لکھتے ہیں (انگریزی تعلیم کا انتظام اور دینی تعلیم کو بند کرنے) سے ان لوگوں کی اصل غرض وغایت یہی تھی کہ مسلمان طلباء قرآن وحدیث کی تعلیمات سے غافل ہو کر جاہلی اسپرٹ سے عاری ہو جائیں مگر انگریز اس مقصد میں کامیاب